REVIEW OF RESEARCH
ISSN: 2249-894X
IMPACT FACTOR : 5.7631(UIF)
VOLUME - 13 | ISSUE - 6 | MARCH - 2024

# مجتبیٰ حسین کی خاکہ نگاری ایک مطالعہ

محمد سہیل منظور احمد فقیر
طالب علم: شعبۂ اُردو
ایس۔ایس ا۔اے آرٹس اینڈ کامرس کالج، سولاپور

مجتبیٰ حسین 15 جولائی 1936 کو ضلع گلبرگہ (کرناٹک) میں پیدا ہوئے۔ 1956 میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن سے بی۔اے کی سند حاصل کی۔ پھر روزنامہ سیاست حیدرآباد دکن سے وابستہ ہوئے۔ 1962 میں اسی اخبار میں مزاحیہ کالم نگاری شروع کی۔ مجتبیٰ حسین کا شمار اردو کے ممتاز مزاح نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق دکن کی تہذیب سے تھا۔ جو ان کے اسلوب میں نمایاں نظر آتی ہے۔ ان کی تحریروں میں شگفتگی، شائستگی اور تہذیبی لطافت کی حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ ان کے خاکوں کے مجموعے پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا پہلا مجموعہ ''آدمی نامہ'' 1981، دوسرا مجموعہ ''سو ہے وہ بھی آدمی'' 1987، تیسرا مجموعہ ''چہرہ در چہرہ'' 1944، چوتھا مجموعہ ''ہوئے ہم دوست جس کے'' 1999، پانچواں مجموعہ ''آپ کی تعریف'' 2005 اور چھٹا مجموعہ ''مہرباں کیسے کیسے'' 2009 میں شائع ہو چکے ہیں۔

مجتبیٰ حسین بیک وقت مزاح نگار، خاکہ نگار، کالم نگار، انشائیہ نگار، مضمون نگار، سفرنامہ نگار، واقعہ نگار ہیں۔ مجتبیٰ حسین بین الاقوامی شہرت کے مالک اور ہر دلعزیز مزاح نگار ہیں، ہندوستان کے ساتھ ساری دنیا کے لوگ ان کی تحریروں کے دلدادہ اور شیدائی ہیں۔ مزاح کے پہلو کے ساتھ ان کی خاکہ نگاری انھیں خصوصی امتیاز عطا کرتی ہے۔ مجتبیٰ حسین حقیقت پسندی اور بے باکی سے کام لیتے ہیں۔ وہ اپنے ممدوح کو دیوتا بنا کر پیش نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ انسان کو اس کی تمام تر کمزوریوں کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک خاکہ نگاری کا مقصد سچائی کا اظہار ہے۔ وہ اپنے خاکوں میں شخصیت کے ان گوشوں کو اجاگر کرتے ہیں، جو عام طور پر نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔

مجتبیٰ حسین کے تحریری امتیاز پر روشنی ڈالتے ہوئے مشفق خواجہ نے لکھا ہے۔

> ''مضامین ہوں یا خاکے یا سفرنامے، ان کا بنیادی وصف مجتبیٰ حسین کا اندازِ بیان ہے۔ وہ ایک ایسی بے تکلفانہ فضا تخلیق کرتا ہے کہ قاری مسحور ہو جاتا ہے اور اس کیفیت سے اسی وقت آزادی حاصل کرتا ہے جب مضمون ختم ہو جاتا ہے۔''

مجتبیٰ حسین کے خاکے پڑھنے کے بعد آپ مشفق خواجہ کی رائے سے سو فیصد اتفاق کریں گے، ان کے خاکے پڑھنے والے کو اپنی گرفت میں اس طرح لیتے ہیں کہ ان سے رہائی خاکے کے ختم ہونے پر ہی ممکن ہوتی ہے۔ مجتبیٰ حسین زبردست فنکار، اعلیٰ تخلیق کار اور عظیم ترین مزاحیہ خاکہ نگار ہیں۔ بقول ناقدین خاکے کا فن توازن، سنجیدگی، ایمانداری اور غیر جانبداری کا متقاضی ہے۔ مجتبیٰ حسین کے خاکوں میں یہ خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ انھیں خود اپنی اور اپنے مزاح کی صفات کا علم ہے وہ لکھتے ہیں:

> ''میرے نزدیک مزاح انسان کے پیمانہ وجود کے لبریز ہو کر چھلک پڑنے کا نام ہے۔ جب

انسان کے وجود کا پیمانہ لبریز ہوجاتا ہے تو وہ قہقہوں کی شکل میں چھلکنے لگتا ہے۔اسی لیے کھو کھلے آدمی اوّل تو قہقہے نہیں لگاتے اور اگر قہقہے لگاتے بھی ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ان کے یہ قہقہے کسی اندھے کنویں کی گہرائیوں میں سے ابھر رہے ہوں۔بعض لوگ مزاح کی کیفیت کو بہت معمولی کیفیت سمجھتے ہیں حالاں کہ سچا مزاح وہی ہے جس کی حدیں سچے غم کی حدوں کے بعد شروع ہوتی ہیں۔زندگی کی ساری تلخیوں اور اس کی تیزابیت اپنے اندر جذب کر لینے کے بعد جو آدمی قہقہے کی طرف جست لگاتا ہے وہی سچا اور باشعور قہقہ لگا سکتا ہے، ہنسنے کے لیے جس قدر گہرے شعور اور ادراک کی ضرورت ہوتی ہے اتنے گہرے شعور کی ضرورت شاید رونے کے لیے درکار نہیں ہوتی۔''

دوستوں کی محفل میں جی بھر کر ہنس لینے، دن بھر قدم قدم پر سماج کی پستیوں سے ہنستے ہنستے مفاہمت کر لینے اور اپنی حقیر سی زندگی کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں دینے کے بعد جب رات کے پچھلے پہر اپنے بستر پر پہنچتا ہوں اور جب سارا ماحول سو جاتا ہے تو میں جاگنے لگتا ہوں۔تب مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ساری کائنات قدرت کی مزاح نگاری کا ایک شاہکار ہے اور اس شاہکار کے بارے میں سوچتے سوچتے میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں، مجھے یہ وہم سا ہوتا ہے کہ یہ آنسو میری آنکھوں سے نہیں بہہ رہے ہیں بلکہ یہ آنسو اس انسان کی آنکھوں میں بس یوں ہی چلے آئے ہیں جس نے شاید آج سے دو ہزار سال پہلے یا اس سے بھی کئی ہزار سال پہلے انھیں اپنی آنکھوں سے بہایا ہوگا۔میں انھیں اپنی تاریخ اور ثقافت کی امانت سمجھ کر اپنی آنکھوں میں چھپا لیتا ہوں، مگر میں ان آنسوؤں کو آنے والی صدیوں کا حصہ بننے دینا نہیں چاہتا۔میں ماضی کے انسان کے آنسوؤں اور آنے والی صدیوں کے انسان کی آنکھوں کے درمیان ایک حد فاصل بننا چاہتا ہوں۔''

مجتبیٰ حسین کے خاکوں کی سب سے نمایاں خصوصیت ''شگفتگی'' ہے۔وہ ایسی باتیں ہنستے ہنستے کہہ جاتے ہیں جو عام حالات میں ناگوار گزر سکتی ہیں۔ان کا مزاح کسی کی تذلیل نہیں کرتا بلکہ شخصیت کی معصومیت اور انسانی کمزوریوں کو محبت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ان کے خاکوں کی اہم خوبی ان کا اختصار اور جامعیت ہے، وہ مختصر خاکوں میں بڑی سے بڑی بات کہتے ہیں۔خاکوں کا تناسب و اعتدال قاری کو ان کے ہنر کا قائل کر دیتا ہے۔مجتبیٰ حسین اپنے تحریر کردہ خاکوں میں انسانی نفسیات کے نباض نظر آتے ہیں۔وہ شخصیت کے صرف بیرونی خدوخال پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے پس پردہ محرکات کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ایک تخلیق کار یا انسان مخصوص حالات میں ایسا رویہ کیوں اختیار کرتا ہے۔وہ کردار کے باطن تک رسائی حاصل کرتے ہیں، جو ان کے خاکوں کو محض مزاحیہ نہیں بلکہ فکری بنا دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے خاکے متعلقہ شخصیت کی مکمل نفسیاتی دستاویز بن جاتے ہیں۔

مجتبیٰ حسین نے صرف دوستوں اور عزیزوں کے خاکے نہیں لکھے بلکہ اپنے دو بھائیوں جگر صاحب اور ابراہیم جلیس کے علاوہ

خود کا بھی خاکہ لکھا۔ یہ بھی ان کا خصوصی امتیاز ہے۔ لوگ دوسروں کے خاکے لکھتے ہیں لیکن مجتبیٰ حسین غالباً اردو کے پہلے ایسے خاکہ نگار ہیں جنھوں نے خود کا بھی بہترین خاکہ لکھا ہے۔ مثلاً ''خود اپنی یاد میں'' کا یہ اقتباس:

''مرحوم نے جب ہوش سنبھالا (یوں تو ساری زندگی ان کے ہوش اڑے رہے۔ لیکن بر اوقت آنے پر کبھی کبھی وہ اپنے ہوش سنبھال بھی لیتے ہیں) دیش آزاد ہو گیا تھا لیکن لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ آزادی کو لے کر کیا کریں گے۔ عجیب دور تھا نہ صرف دیش تقسیم ہو گیا تھا بلکہ خاندان بھی تقسیم ہو رہے تھے۔ جگہ جگہ فرقہ وارانہ فسادات بھی ہو رہے تھے۔ انھیں دنوں بارہ برس کی عمر میں انھوں نے اپنے ماموں کو ایک فرقہ وارانہ فساد میں اپنی آنکھوں کے سامنے بلوائیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوتے دیکھا۔ یہ منظر ان کی آنکھوں میں مرتے دم تک تازہ رہا۔ لیکن اس منظر نے کبھی ان کے اندر انتقام کے جذبات کو پیدا نہیں ہونے دیا۔''

آزادی ملنے کے بعد تقسیم ہند کا المیہ سب کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ مجتبیٰ حسین نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ملک کے ساتھ خاندانوں کی تقسیم یقیناً اذیت ناک تھی فرقہ وارانہ فسادات کی نفرت اور خود اپنے ماموں کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے دیکھنا کتنا تکلیف دہ رہا ہوگا لیکن اس کے بعد بھی ہنسنا اور دوسروں کو ہنسانا یہ سب کیسے ممکن ہے، مجتبیٰ حسین کے اس جملے سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

''لوگ پیٹ کے لیے روتے ہیں، یہ پیٹ کے لیے ہنسنے لگے''
اندر سے وہ بہت غم زدہ آدمی تھے دوستوں کی محفلوں میں جی کھول کر ہنستے، بولتے اور قہقہے لگاتے تھے۔ دنیا کو دکھانے کے لیے انھیں ایسا کرنا پڑتا تھا، لیکن جب تنہا ہوتے تو یہاں تک سوچتے کہ کیوں نہ خودکشی کر لیں'

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے مجتبیٰ حسین کے خاکوں کے کئی مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں، جن میں سے اکثر کے عنوانات مختلف شعرا کی نظموں یا اشعار کے مصرے ہیں مثلاً آدمی نامہ، سو ہے وہ بھی آدمی' نظیر اکبر آبادی،' ہوئے ہم دوست جس کے' غالبؔ اور' مہرباں کیسے کیسے' آتش کے اشعار سے ماخوذ ہیں۔ یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ خاکہ نگار اپنے مجموعوں کے ایسے عنوانات قائم کرے جس سے خاکے کے کرداروں کی شخصیت پر پڑے دبیز پردوں کی تہیں ہٹنے کا امکان پیدا ہو۔ ایسی تحریف و ترمیم ہر کسی کے بس کی بات نہیں وہ اپنے موضوع کے مطابق جملوں، مصرعوں شعروں اور فقروں میں تحریف و ترمیم کر کے بڑا لطف پیدا کر دیتے ہیں۔

مجتبیٰ حسین کے خاکوں کی انفرادی خصوصیت ان کی بے تکلفی کے ساتھ ان کا فنکارانہ انضباط ہے۔ اکثر وہ اپنے خاکوں میں کسی کلیدی لفظ کے ذریعہ خاکے کے کردار کے نمایاں وصف کو موضوع بناتے ہیں مثلاً مخدوم محی الدین کے خاکے میں لفظ انڈر گراؤنڈ کا ترجمہ ''زیر زمین'' کر کے زبردست لطف پیدا کرتے ہیں۔

''جن دنوں بنے بھائی یعنی سجاد ظہیر پاکستان میں پارٹی کی سرگرمیوں کے سلسلے میں روپوش تھے تاجکستان کے مشہور شاعر مرزا ترسون زادہ پاکستان کے دورے پر آئے اور ایک پاکستانی

شاعر سے فارسی میں پوچھا ''سجاد ظہیر کجا است'' پاکستانی شاعر نے ترکی بہ ترکی جواب دیا'' سجاد ظہیر زیر زمیں است'' یہ سنتے ہی مرزا ترسون زادہ کی آنکھوں میں کم وبیش اتنی ہی روانی کے ساتھ آنسو آ گئے۔ بولے یہ کب ہوا؟ ہمیں تو کچھ بھی پتہ نہیں چلا۔ خیر انھیں کیا بیماری تھی؟''

''مخدوم کے جنازے میں ہزاروں لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔۔۔اور یوں وہ پھر'' زیر زمیں'' چلے گئے مگر اس بار وہ زیر زمیں جاتے ہوئے وہ اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لے گئے۔''

مجتبیٰ حسین کا اسلوب سادہ، بیانیہ اور بلاغت سے بھرپور ہے۔ان کے جملے مختصر اور چست ہوتے ہیں وہ علامتی اور تشبیہات کا سہارا بہت کم لیتے ہیں۔ان کا اصل ہتھیار لفظوں کا درست انتخاب اور برمحل استعمال ہے۔ان کی تحریر میں ایک ایسی روانی ہے جو قاری کو آخر تک ساتھ رکھتی ہے۔

مجتبیٰ حسین کی خاکہ نگاری اردو ادب کا ایک قیمتی سرمایہ ہے۔انھوں نے اس صنف کو نہ صرف فروغ دیا بلکہ اسے ایک نئی جہت بھی عطا کی۔ان کے خاکوں میں مزاح، حقیقت، نفسیات اور تہذیب کا ایسا حسین امتزاج ملتا ہے جو کم ہی ادیبوں کے یہاں نظر آتا ہے۔مجتبیٰ حسین کی خاکہ نگاری کا تحقیقی مطالعہ ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ وہ انسان دوست فنکار تھے۔ان کے نزدیک خاکہ نگاری کسی کی پگڑی اچھالنے کا نام نہیں بلکہ انسان کی عظمت اور اس کی بے چارگی کو ایک ساتھ دیکھنے کے نام ہے۔انھوں نے اردو خاکے کو وہ رنگینی اور شگفتگی عطا کی جو اس سے پہلے نایاب تھی۔ان کی تحریریں آج بھی اتنی ہی تازہ اور دلکش محسوس ہوتی ہیں جتنی اپنے زمانے میں تھیں۔یہی کسی بڑے ادیب کی پہچان ہوتی ہے کہ اس کا فن وقت کی قید سے آزاد ہو جائے۔ان کا فن آج بھی نئے قلمکاروں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

☆☆☆☆


حوالہ جات

☆ آدمی نامہ (1981)

دستیاب آن لائن: Aadmi-Nama/ebook/https://www.rekhta.org

☆ سو ہے وہ بھی آدمی (1987)

دستیاب آن لائن: So-hai-woh-bhi-Aadmi/ebook/https://www.rekhta.org

☆ چہرہ در چہرہ (1944)

دستیاب آن لائن: Chehra-dar-Chehra/ebook/https://www.rekhta.org

☆ آپ کی تعریف (2005)

دستیاب آن لائن: Aap-ki-tareef/ebook/https://www.rekhta.org

☆ مجتبیٰ حسین: بحیثیت خاکہ نگار
دستیاب آن لائن:Mujtaba-Husain-bahaisiyat-khaka-nigar/ebook/https://www.rekhta.org

☆☆☆☆

**Md Suhail Manzoor Ahmed Fakir**
**Student:Dept of Urdu**
**S.S.A Arts & Commerce College**
**Solapur,TQ,Solapur.Dist**
**Mobile No: 8421251422**
**Email Id:fakirmohammedsuhail@gmail.com**